کالو

سفینہ بیگم
شعبۂ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، (یوپی) موبائل:8532975654

نام روی، عمر نو سال، قد تین فٹ دو انچ، رنگ سانولا، کان کے پاس ایک کالا تل، بڑی بڑی آنکھیں، کالے بال، ناک چپٹی، پچھلے ایک ہفتے سے لاپتہ۔ اگر کسی کو جانکاری ملے تو اس نمبر اور پتے پر رابطہ کریں۔

اس نے اخبار میں موجود اس اشتہار کو پڑھا اور دیے گئے پتے کو ذہن میں دہرانے لگا، ساتھ ہی بچہ کی تصویر بھی دی گئی تھی جس میں وہ مسکرا رہا تھا اور اس کی مسکراہٹ ہونٹوں سے کم آنکھوں سے زیادہ عیاں ہو رہی تھی۔ کچھ دیر اخبار کو یوں ہی الٹ پلٹ کرنے کے بعد اسے اکتاہٹ کا احساس ہونے لگا۔ اس نے اپنے ہاتھ کو فضا میں لہرا کر بھرپور انگڑائی لی اور صبح کی ٹھنڈی ہوا کو اپنے اندر جذب کرنے لگا۔ اس کا چار سالہ بیٹا رگھو نزدیک ہی گیند سے کھیل رہا تھا۔ رگھو کو دیکھ کر اسے سرشاری کا احساس ہوا، اس نے ایک بار پھر اخبار اٹھا کر اس بچہ کی تصویر دیکھی اور منھ ہی منھ میں بڑبڑایا۔ ''نہ جانے بچے کیسے کھو جاتے ہیں؟۔ ان کے ماں باپ ان کا خیال نہیں رکھتے؟.....عجیب بات ہے...خیر مجھے کیا...ہوگا کسی کا۔''

''انسپکٹر صاحب!.....مہربانی کر کے میرے بچہ کا پتہ لگائیے۔ آج اس کو لاپتہ ہوئے پورے تین دن گزر چکے ہیں، لیکن ابھی تک....'' یہ کہہ کر راجندر بلکنے لگا۔

''دیکھیے، ہم پوری کوشش کر رہے ہیں لیکن کچھ پتہ نہیں چل پا رہا ہے۔ اسکول کے بعد وہ کہاں گیا، کسی کو اس بات کی خبر نہیں، آپ گھبرائیے نہیں، ہم اپنی کارروائی کر رہے ہیں۔''

راجندر امید کی کرن دل میں جگائے بوجھل قدموں سے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ ان تین دنوں کے اندر وہ کئی مرتبہ پولیس اسٹیشن کے چکر لگا چکا تھا، لیکن ہمیشہ ایک ہی جواب ملتا اور وہ مایوسی کی حالت میں خاموشی سے واپس لوٹ آتا۔

''بنسی رام یہ فائل اٹھا کر اس الماری میں رکھ دو۔''

''صاحب!... یہ تو اس لاپتہ بچہ رگھو کی فائل ہے۔ اسے آپ---''

''تم سے جو کہا جا رہا ہے وہ کرو---ایسے کیس تو ہر چوتھے دن آتے ہیں۔ اب کون اتنا دماغ کھپائے۔''

رگھو کو غائب ہوئے آج پورے دو ماہ گزر چکے تھے، لیکن پولیس پتہ لگانے میں ناکام تھی۔ راجندر اور اس کی بیوی نرملا کے چہروں پر جیسے بڑھاپا آ گیا تھا۔ بیٹے کی گمشدگی نے انہیں توڑ کر رکھ دیا تھا۔ نرملا ذہنی مریض ہوتی جا رہی تھی۔ اچانک چیخنے، چلانے لگتی اور دروازہ کی طرف بھاگتی۔ راجندر خود سے زیادہ نرملا کو سنبھالنے میں بے حال ہو چکا تھا۔

''میم صاحب! دودھ لے لیجئے''۔ دروازے پر دستک ہوئی۔ ایک بار، دوبار، تین بار۔ نرملا بستر پر بے سدھ پڑی تھی۔ مجبوراً راجندر ہی کو اٹھنا پڑا۔ اس کو دیکھ کر راجندر اچانک چونک گیا۔ اس کی شکل کچھ جانی پہچانی سی لگی۔

''رامو! تمہارے ساتھ یہ بچہ کون ہے؟''

''صاحب اسی سے پوچھ لو---''

''نام کیا ہے تمہارا؟''

وہ بچہ خاموش آنکھیں پھاڑے راجندر کو تکے جا رہا تھا۔ راجندر اس کے قریب گیا تو اس کے کپڑوں سے گندے نالے جیسی بدبو آئی۔ راجندر نے عجیب سا منھ بنایا۔ اس بچے کی ناک مسلسل بہہ رہی تھی۔ جسے وہ آستین سے رگڑ کر بار بار صاف کر رہا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ آنسوؤں کی لکیریں اس کے گالوں پر اپنے نشان چھوڑ گئی تھیں۔ ہونٹ بنجر زمین کی مانند خشک تھے۔

''یہ تو کچھ بولتا ہی نہیں ہے۔''

''ارے صاحب....جب سے یہ ادھر آیا ہے بس چپ رہتا ہے۔ ویسے ہم نے اس کا نام کالو رکھ دیا ہے۔ چھوٹے موٹے کام کر دیتا ہے، گائے، بھینس کا گوبر صاف کر دیتا ہے، چارا کاٹ دیتا ہے اور کبھی کبھی اپلے بھی تھوپ دیتا ہے۔ اچھا صاحب! اب میں چلتا ہوں۔''

راجندر اس بچہ کو بہت دور تک جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ نہ جانے کیوں اسے یہ بچہ مانوس سا لگا۔ دن اور رات کا پرندہ بنا تھکے مسلسل ہوا میں

پر پھیلائے پرواز کرتا رہتا ہے۔اس کو نہ کسی کے کھو جانے کا خوف ہوتا ہے اور نہ حاصل کرنے کی تمنا۔کتاب زندگی کے پلٹتے ہوئے اوراق ماضی میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور وقت کا پہیہ کائنات کے محور پر ہمیشہ گردش کرتا رہتا ہے۔

''ارے آج تم اکیلے آئے ہو.....رامو نہیں آیا''۔نہ جانے کیوں راجندر کو اسے دیکھ کر اپنے بچے رگھو کا خیال آجاتا اور اس کا دل اداس ہو جاتا تھا۔اس نے سر کو نفی میں جنبش دی۔راجندر اس کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں اضطراب کی ایک لامتناہی کیفیت موجزن تھی۔غور سے دیکھنے پر محسوس ہوتا کہ موت کا بسیرا اس کے وجود کے نہاں خانوں میں پنہاں ہے۔راجندر کے ہاتھ میں دودھ کا بھگونا لرز گیا۔اس کو اپنے جسم میں کچھ رینگتا ہوا محسوس ہوا۔اچانک اس کی نظر کان کے قریب کالے تل پر پڑی۔اس کے دماغ میں کچھ ہلچل ہوئی لیکن وہ سمجھ نہیں پایا کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔

راجندر نے اپنی جیب سے پیسے نکالے تو کالو نے فوراً پیسے لینے کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔اس کے چھوٹے سے پھیلے ہوئے ہاتھ کی لکیریں گرد سے اٹی ہوئی تھیں اور صاف نظر نہیں آرہی تھیں۔یہ قسمت کے کھیل بھی بڑے عجیب ہوتے ہیں جو سمٹے ہوئے ہاتھوں کو پھیلنے پر تو مجبور کر دیتے ہیں،لیکن پھیلے ہوئے ہاتھوں کو سمیٹنے کی کوشش نہیں کرتے۔راجندر کے دل میں ایک ہوک سی اٹھی۔اسے پھر رگھو یاد آگیا اور اس کی آنکھیں دھندلا گئیں۔اس نے جلدی سے کالو کے ہاتھ پر پیسے رکھے اور اندر کی طرف مڑ گیا۔

''سنئے!.....ہمیں رگھو کے لئے اخبار میں اشتہار دینا چاہئے۔ہوسکتا ہے اس کے ذریعہ کچھ معلوم ہو سکے،کسی آدمی نے اسے کہیں دیکھا ہو۔نہ جانے وہ کہاں ہوگا،کیسی حالت میں ہوگا۔اب تو پورا ایک سال گزر چکا ہے۔''رونے کے باعث نرملا کی آنکھیں خشک ہوگئی تھیں اور بیٹے کے غم میں وہ سوکھ کر کانٹا ہو چکی تھی۔

نرملا کی بات سے راجندر کے دماغ میں ایک جھماکا سا ہوا۔بے ساختہ وہ پتہ اس کی زبان سے ادا ہوا اور آنسوؤں کی لڑی اس کی قمیص کو بھگونے لگی۔وہ خود سے ایک عہد کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔

کالو کو ساتھ لیے وہ سیتاپور کے اسٹیشن پر اترا جہاں انسانوں کا ایک جم غفیر پلیٹ فارم پر موجود تھا۔بھیڑ کو چیرتا ہوا وہ کالو کا ہاتھ تھامے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔رکشہ کی طرف جاتے ہوئے ایک مجمع اس کی طرف امڈا اور صاحب جی،صاحب جی کی آوازوں سے اس کا ذہن منتشر ہوگیا،اس نے پرس کھول کر دس روپے کا نوٹ نکالا تو جیسے سارا ہجوم اس نوٹ پر ٹوٹ پڑا۔راجندر نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اس کے وجود کو زلزلوں نے آگھیرا۔اس کا بیٹا رگھو پھٹے بنیان اور بوسیدہ نیکر میں ملبوس ہاتھ،پاؤں گندگی میں لت پت دس روپے کا نوٹ نہ ملنے کے باعث بلک بلک کر رو رہا تھا۔

OO

سفرناموں میں دلّی

''سفرناموں میں دلی''برسوں پرانی دلّی کی کھوج،تلاش اور اس کے دھندلے خدوخال کو اجاگر کرنے کی بھرپور کوشش ہے کہ ماضی میں سفر کی معلومات حاصل کرنے کے لیے کیا کیا جاتا تھا جب کہ آج سفر کے لیے پہلے سے معلومات حاصل کر لی جاتی ہیں۔

ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے سفرناموں اور اس کتاب کے حوالے سے دلّی کی کوئی مربوط تہذیبی تاریخ مرتب نہیں کی انھوں نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ عہدِ تغلق سے عہدِ ظفر تک سیاحوں نے جس رنگ میں،جس حالت میں،جس آن بان اور جلال و جمال کے عالم میں دلّی کو دیکھا وہ ہماری آنکھوں میں بھی عکس بن کر تیرنے لگے۔دلّی نے پچھلی چھ سات صدیوں میں کیا کیا انقلابات دیکھے،کس کروفر اور عروج وزوال کے شب و روز اس پر گزرے وہ کافی کچھ اس کتاب میں سمٹ آیا ہے۔یہ کتاب اکادمی نے ۱۹۹۴ء میں دو جلدوں میں شائع کی تھی۔اب اسے نئے سرے سے کمپیوٹر کے ذریعہ کمپوز کرا کر ایک ہی جلد میں شائع کیا گیا ہے۔

مترجم و مرتب:ڈاکٹر تنویر احمد علوی،صفحات:۴۳۸،قیمت: ۱۵۰روپے

ناشر:اردو اکادمی،دہلی